جناب اختر راہی ایم اے

برصغیر میں
مشنری سرگرمیاں اور سرسید مکتبِ فکر

۱۸۵۷ء کی ناکام جنگِ آزادی کے بعد انگریزوں نے مسلمانوں سے بھرپور انتقام لیا۔ ہزاروں بے گناہ مسلمانوں کو تختۂ دار پر کھینچ دیا اور ان کے خاندانوں کو ذلیل و خوار کیا۔ انگریزوں کی بربریت اور سفاکی کا اندازہ ایک انگریز مصنف ایڈورڈ ٹامسن کی کتاب "(The Other side of The Coin)" سے بخوبی ہو سکتا ہے۔ صرف جنرل جان نکلسن ہی کا ایک بیان پڑھ لیجئے۔ مسلمانوں کے لیے سزا تجویز کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔

"ہمیں ایک ایسا قانون منظور کرنا چاہیے جس کی رو سے ہم ان کم بخت مسلمانوں کو زندہ بھی جلا سکیں یا زندہ ان کی کھال اتار سکیں۔ ایسے ظالموں کو محض پھانسی کی سزا سے ہلاک کر دینے کا خیال ہی دیوانہ کیے دیتا ہے۔ میری یہ دلی خواہش ہے کہ میں دنیا کے کسی ایسے گمنام گوشے میں چلا جاؤں۔ جہاں مجھے یہ حق حاصل ہو کہ میں سنگین انتقام لے کر دل کی بھڑاس نکال سکوں۔"

اس انقلاب کی تباہی اور بربادی کا اثر اتنا دور رس تھا کہ ۱۶ر فروری ۱۸۶۲ء کے ایک خط میں مرزا غالب لکھتے ہیں:۔

"کل تمہارے خط میں دوبارہ یہ کلمہ مرقوم دیکھا کہ دلّی بڑا شہر ہے۔ ہر قسم کے آدمی وہاں بہت ہوں گے۔ اے میری جان! یہ وہ دلّی نہیں جس میں تم پیدا ہوئے ہو۔ وہ دلّی نہیں جس میں تم نے تحصیل علم کی۔ وہ دلّی نہیں جس میں

شعبان بیگ کی حویلی میں مجھ سے پڑھنے آیا کرتے تھے۔ وہ دلّی نہیں جس میں اکیاون برس سے مقیم ہوں۔ ایک کیمپ ہے۔ مسلمان اہل حرفہ یا حکام کے شاگرد پیشہ کار۔ باقی سراسر ہنود۔ معزول بادشاہ کے ذکور جو بقیۃ السلف ہیں، وہ پانچ پانچ روپیہ مہینہ پاتے ہیں۔ اناثہ میں جو پیر زن ہیں، کٹنیاں اور جوان میں کسبیاں .... قصہ کوتاہ قلعہ اور جھجر اور بہادر گڑھ اور بلب گڑھ اور فرخ نگر کم و بیش تیس لاکھ روپے کی ریاستیں مٹ گئیں۔ شہر کی عمارتیں خاک میں مل گئیں۔ ہنرمند آدمی یہاں کیوں پایا جائے۔"[1]

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد سرسید احمد خان نے "اسباب بغاوت ہند" لکھ کر انگریز حکام پر واضح کیا کہ اس بغاوت کے اسباب جہاں سیاسی ہیں۔ ان میں سے ایک سبب انگریز مشنریوں کی سرگرمیاں بھی ہیں۔ جنہوں نے نہایت بھونڈے انداز میں عیسائیت کی تبلیغ شروع کی ہے

سرسید احمد خان اس جنگِ آزادی کو درست نہیں سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اسے غدر یعنی بغاوت کا نام دیتے ہیں۔ انہوں نے جنگ آزادی کے دوران میں انگریز عورتوں کی حفاظت کی اور امن داماں برقرار رکھنے کے لیے جان تک کی بازی لگا دینے میں باک محسوس نہ کی۔

انگریز اور مسلمانوں کی باہمی نفرت سے ہندو بھرپور فائدہ اٹھا رہے تھے۔ اور سرکاری عہدوں پر ہندو فائز ہوتے جا رہے تھے۔ اور مسلمان بے چارے دن بدن غریب اور پسماندہ ہو رہے تھے۔ سرسید احمد خان نے حالات کے تجزیے سے یہ نتیجہ نکالا کہ مسلمانوں کی تعلیم کی طرف توجہ دی جائے اور انگریزوں سے بہتر اور اچھے تعلقات استوار کیے جائیں۔ ان دو مقاصد کے لیے سرسیّد نے اپنا تمام اثر و رسوخ اور زورِ قلم صرف کیا۔

سرسیّد احمد خان نے قرآن حکیم کی تفسیر "تفسیر احمدی" لکھی اور اسی طرح بائبل کی تفسیر

---

[1] نام علائی الدولہ [illegible] احمد خان [illegible]

تبیین الکلام" کے نام سے تیار کی۔ ان دونوں کتابوں سے ان کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں اور عیسائی انگریزوں کو باہم قریب لایا جائے۔ اسی لیے دونوں کتابوں میں جا بجا ایسے فقرات ملتے ہیں کہ دونوں کتابوں کی تعلیم ایک ہے۔ اسی طرح انہوں نے "رسالہ طعام اہل کتاب" لکھ کر مسلمانوں کو بتایا کہ وہ ایک ہی میز پر انگریزوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا سکتے ہیں۔

سر سید احمد خاں نے اپنے اس مقصد کے حصول کے لیے اسلام کے بنیادی عقاید میں تحریف و تاویل تک سے کام لیا۔ ملائکہ کے وجود کا انکار کر دیا۔ جنوں کو تنومند اور قوی ہیکل انسان قرار دیا۔ معراجِ نبیؐ کا انکار کر دیا اور اسی طرح اسلام کے کئی دوسرے بنیادی عقائد کی شکست خوردہ ذہن سے تاویل کی۔ تاہم سر سید نے عیسائی مشنریوں کا بعض موقعوں پر بھرپور مقابلہ کیا اور ان کے احباب نے ان کے فکر و خیال کو عام کیا۔

ڈاکٹر سپرنگر (ALOYS SPRENGER) نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح لکھی جو ۱۸۵۱ء میں الہ آباد سے شائع ہوئی۔ سر سید احمد خاں اس کے بارے میں رقمطراز ہیں:-

"ان (سپرنگر) کی طبیعت پہلے ہی سے ایسے تعصبات اور ایک طرفہ رائے سے بھری ہوئی معلوم ہوتی ہے جو کسی مصنف کو اور بالتخصیص ایک مؤرخ کو کسی طرح زیب نہیں ہے۔ اپنے اس کلام کی تصدیق کے لیے ان کی کتاب میں ایک فقرہ نقل کرتا ہوں جس سے ان کے تعصب کے علاوہ یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ جس فن میں انہوں نے کتاب لکھی ہے۔ اس سے بھی ماشاءاللہ وہ بہت ہی خوب واقف ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ اسلام محمدؐ کا ایجاد نہیں ہے وہ ایسے مکار کا نکالا ہوا مذہب نہیں ہو سکتا۔ مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ اس مکار نے اپنی بد اخلاقی اور طبیعت کی برائی سے اس کو بگاڑا اور بہت سے مسائل اس میں قابلِ اعتراض ہیں وہ اسی کی ایجاد ہیں[۱]"

---

[۱] ... ۲۸

اس کے بعد پادری فینڈر نے ۱۸۶۰ء میں سر ولیم میور (گورنر صوبجات متحدہ) سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت لکھنے کی فرمائش کی۔ اس کتاب کا مقصد ولیم میور کی زبانی ہی سنیے:-

"اس کتاب کا لکھنا اور مسلمانی مذہب کی سند کی کتابوں کی تحصیل اوّل اس غرض سے اختیار کی گئی کہ پادری پی۔ فینڈر صاحب نے جو اس بات میں مشہور ہیں کہ انہوں نے مسلمانوں سے مباحثہ میں عیسائی مذہب کی بہت حمایت کی۔ اس بات پر اصرار کیا کہ اسلام کے پیغمبر کے حالات میں ایک کتاب جو اس کے پیرووں کے پڑھنے کے لیے مناسب ہو۔ ایسے قدیم ماخذوں سے ہندوستانی زبان میں تالیف کی جائے جس کو خود مسلمان صحیح اور معتبر مانتے ہوں۔ چنانچہ اسی منشاء سے مسلمانی مذہب کی سند کی کتابوں کو پڑھا اور اس کتاب کو لکھا" [۱]

چنانچہ ۱۸۶۱ء میں سر ولیم میور کی کتاب (Life of Muhammad) چار ضخیم جلدوں میں چھپ کر شائع ہوئی جس سے بقول مولانا حالی "عیسائیوں میں مشہور تھا کہ اس سے اسلام کے استیصال میں تسمہ لگا نہیں رکھا"۔ اکثر انگریز یہ خیال کرتے تھے کہ:-

"اسلام کے متعلق جو ٹھیک اطلاعیں سر ولیم میور نے اہل یورپ کو دی ہیں وہ پہلے کسی دوسرے ذریعے سے ان کو حاصل نہیں ہوئی تھیں"۔ [۲]

مگر امر واقعہ یہ ہے کہ اس کتاب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر اس چابک دستی اور مکارانہ انداز میں پیش کی گئی ہے جسے پڑھ کر مخالفین کے دلوں میں نفرت کا جذبہ شدید تر ہو جاتا ہے۔ یہ کتاب نہایت گمراہ کن واقعات اور بیہودہ الزامات سے بھری ہوئی ہیں۔ ولیم میور نے لکھا ہے کہ:-

"انسانیت کے دو سب سے بڑے دشمن ہیں۔ محمد کی تلوار اور محمد کا قرآن"۔ (نعوذ باللہ)

سرسید احمد خان جو خود انگریزی زبان کی ابجد سے بھی ناواقف تھے۔ انہوں نے کتاب منگوا کر ترجمہ کرایا اور اس کے مضامین کو دل پر جبر کر کے پڑھا۔ مولانا حالی رقمطراز ہیں:۔

"اس وقت جو حال سرسید کی بے چینی اور جوشش خروش کا ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ غالباً ۱۸۶۷ء یا ۱۸۶۸ء میں سائینٹفک سوسائٹی کا سالانہ جلسہ تھا اور دلی سے منشی امو جان مرحوم اور جہانگیر آباد سے نواب مصطفےٰ خان مرحوم کہ یہ بھی اس وقت تک سوسائٹی کے ممبر تھے۔ علی گڑھ گئے تھے۔ نواب صاحب کے ہمراہ میں بھی گیا تھا۔ گو اس وقت تک میری سرسید سے جان پہچان نہ تھی مگر چونکہ ہم ان ہی کی کوٹھی میں ٹھہرے تھے (تو) اکثر ولیم میور کی کتاب کا ذکر کرتے تھے اور نہایت افسوس سے کہتے تھے کہ اسلام پر یہ حملے ہو رہے ہیں اور مسلمانوں کو مطلق خبر نہیں۔ اس وقت ہم نے یہ بھی دیکھا کہ سرسید جاہلیت کے اشعار جن سے اس زمانے کی بے ہودہ اور نفرت انگیز اس میں ظاہر ہوتی تھیں اور جو خطبات احمدیہ میں بجنسہٖ نقل کیے گئے ہیں۔ ایک مولوی[1] سے انتخاب کرا رہے تھے۔ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ ان کا پختہ ارادہ سر ولیم میور کی کتاب کا جواب لکھنے کا ہے"۔[2]

جواب لکھنے کے لیے جن وسائل اور کتب کی ضرورت تھی وہ علی گڑھ میں میسر نہ تھیں۔

۱۸۶۹ء میں سرسیّد کے فرزند سیّد محمود کو حصولِ تعلیم کے وظیفہ ملا تو سرسید بھی بیٹے کے ساتھ لندن گئے۔ سید محمود کا وظیفہ اس قدر تھوڑا تھا کہ اس میں بمشکل ان کا اپنا گزارہ ہو سکتا تھا۔ سرسید کے پاس کوئی رقم نہ تھی۔ چنانچہ نواب محسن الملک کے بقول:۔

"جب سید احمد خان لندن جانے کو تھے تو مالی مشکلات اس قسم کی تھیں کہ اگر کوئی دوسرا شخص ہوتا تو اس ارادہ کو پورا نہ کر سکتا تھا انہوں نے اپنا

---

[1] مولوی سے مراد علامہ شبلی نعمانی ہیں جنہوں نے سرسید کو یہ اشعار مہیا کیے تھے۔

[2] حیات جاوید۔

کتب خانہ فروخت کر ڈالا۔ اپنے گھر اور کوٹھی کو رہن رکھ دیا اور لندن کے سفر کی تیاری کی۔"

سر سید احمد خان نے ۱۸۷۰ء میں "الخطبات الاحمدیہ فی سیرت المحمدیہ" کا پہلا حصہ تیار کر لیا اور اس کا ایک خلاصہ انگریزی میں "Essays on The life of Muhammad" کے نام سے شائع کرایا۔ افسوس کہ سر سید اپنی اس قابلِ قدر تالیف کو پایۂ تکمیل تک نہ پہنچا سکے

آخری دور میں سر سید احمد خان امہات المومنین کے بارے میں ایک پادری کی کتاب کا جواب لکھ رہے تھے مگر ۱۸۹۸ء میں داعیٔ اجل کا بلاوا آ گیا۔

سر سید احمد خان کے احباب میں مولوی چراغ علی، سید امیر علی، مولانا حالی اور مفتی اسماعیل وغیرہ نے سر سید کی اتباع کی۔

مولوی چراغ علی

مولوی چراغ علی نے دو اہم کتابیں انگریزی میں تالیف کیں۔ جن کا ترجمہ "تحقیق الجہاد" اور "اعظم الکلام فی ارتقاء الاسلام" کے ناموں سے اردو میں ہو چکا ہے۔ اول الذکر کتاب میں مسئلہ جہاد پر کلام کی گئی ہے اور متوخر الذکر کتاب میں انہوں نے ایک پادری ریورنڈ میلکم مکال کے اس الزام کی تردید کی ہے کہ "اسلام انسانی ترقی کا مانع ہے"۔ انہوں نے مغربی علماء کے حوالے سے پادری کے بیان کا ابطال کیا ہے۔

مولوی چراغ علی نے "Reforms and The Muslim Rule" میں اس پہلو پر روشنی ڈالی ہے کہ اسلام دنیوی ترقی میں مانع نہیں بلکہ اسلام وہ طریقے بتاتا ہے جن کے اپنانے سے مادی ترقی قدم چومتی ہے۔ مسلمان ترکوں کی تاریخ سے شواہد پیش کیے ہیں کہ سیاسی اور سماجی اصلاحی کی ان سے بہتر کوئی اور مثال نہیں

سید امیر علی

سر سید مکتب فکر کے گل سر سبز سید امیر علی ہیں "The Spirit of Islam" کے مؤلف کی حیثیت سے مغرب میں خاصی شہرت حاصل ہے۔ انہوں نے اپنی تصانیف

میں اسلام کی تعلیمات پیش کرنے کے لیے علمی رنگ اختیار کیا اور بالواسطہ طور پر عیسائی پادریوں کے الزامات کی تردید کی۔

سر سیّد مکتبِ فکر کی خامی

سر سید مکتبِ فکر کے اہل قلم میں ایک خامی پائی جاتی ہے کہ ان لوگوں نے اپنا مقدمہ پیش کرتے ہوئے مدافعانہ اور معذرت آمیز انداز اختیار کیا ہے۔ مجرم کی حیثیت سے صفائی پیش کی ہے اور آگے بڑھ کر عیسائیت کی تعلیم اور اہلِ کلیسا کے کارناموں پر روشنی نہیں ڈالی۔ ان کی تحریروں کا نصب العین یہ تھا کہ اسلام کو مغربی اصولوں اور نظریات کے مطابق ثابت کر دیں یہ طرزِ عمل سیاسی حالات کا نتیجہ تھا۔ مگر یہ معذرت آمیز انداز موزوں ثابت نہ ہوا۔ سر سید احمد خاں نے ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی سے پہلے سیّد احمد بریلویؒ اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کے بارے میں لکھا کہ:

> "انہوں نے جہاد کی طرف لوگوں کو اس لیے دعوت دی کہ اللہ کا دین بلند ہو اور کلمۃ اللہ غالب ہو۔" [1]

الغرض سیّد شہیدؒ کی کوششوں کو بہت سراہا ہے مگر بدلے ہوئے انداز میں اصلاحی جہاد کا سرے سے انکار ہی کر دیا۔ اسی طرح تفسیرِ قرآن میں جمہور علماء سے ہٹ کر نئی تشریح کی۔ مولانا حالی نے باون [۵۲] ایسے مسائل کا ذکر کیا ہے جن میں سر سید نے جمہور علماء سے منفرد رائے پیش کی ہے۔

حالی

سر سید احمد خان کے احباب میں خواجہ الطاف حسین حالی اپنی بے لوث خدمات کی بدولت سب سے نمایاں ہیں۔ انہوں نے بھی عیسائی پادریوں کی یلغار کو روکنے کی مقدور بھر کوشش کی اور دو چار کتابیں تصنیف کیں مگر یہ اس دور کی یادگار ہیں جب ان کا رابطہ

---

[1] آثار الصنادید و تذکرہ اہلِ دہلی

سرسید احمد خان سے نہیں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں سرسید مکتبِ فکر کا مخصوص انداز موجود نہیں۔ خواجہ حالی کی دو کتابیں قابلِ ذکر ہیں :۔

① تریاقِ مسموم

پادری عماد الدین مولانا حالی کا ہم وطن تھا۔ آگرہ حصولِ تعلیم کے لیے گیا۔ مگر عیسائی پادریوں کے پھندے میں پھنس کر حلقۂ عیسائیت میں شامل ہوگیا۔ عیسائی ہونے کے بعد امرتسر مشن پہنچ گیا۔ اسلام کی تردید اور دینِ عیسائیت کی تائید میں چالیس کے لگ بھگ کتابیں لکھیں علمائے اسلام نے ان کا فوراً جواب دیا۔ جن میں مولانا ابوالمنصور دہلویؒ، چراغ علی، حافظ ولی اللہ لاہوری اور حالی وغیرہ کی تحریریں زیادہ مشہور ہیں۔

"تریاقِ مسموم" اسی عماد الدین کی کتاب "تحقیق الایمان" کا جواب ہے جسے مولانا نے ۱۸۶۸ء میں لکھا اور دہلی سے چھپنے والے ماہنامے "**خیر المواعظ**" میں بالاقساط چھپوایا۔ اس رسالے کے ایڈیٹر مولانا محمد ہاشم تھے۔ یہ کتاب دو حصوں میں ہے اور غالباً علیحدہ کتابی شکل میں شائع نہیں ہوئی۔

کتاب کا ایک اقتباس درج ذیل ہے :۔

" آپ یہ تو فرمایئے کہ عیسیٰ کافہ انام پر مبعوث ہوئے تھے یا صرف — بنی اسرائیل پر؟ پہلی صورت میں ہم کو سمجھا دیجیے کہ انجیل متی کے باب ۱۰ میں جو آپ نے حواریوں کو غیر قوموں اور سامریوں کی دعوت سے منع کیا اور اسی باب میں اور پندرہویں باب میں اپنی بعثت کو مختص بہ گمشدگان — بنی اسرائیل فرمایا، اس کے کیا معنے؟ اور نامہ عبرانیان باب ۸ درس ۸ میں جو خطابِ خداوندی یوں لکھا ہے کہ میں اسرائیل کے گھرانے اور یہوداہ کے خاندان کے لیے ایک نیا عہد نامہ باندھوں گا۔ اس کی کیا تاویل؟ اور میو صاحب نے جو تاریخ کلیسا میں لکھا ہے کہ یوسرس کے عیسائی ہونے تک غیر قوم میں سے کوئی شخص عیسائی نہیں کیا گیا تھا۔ کیوں کہ حواریوں کے ذہن میں وہی

بات جمی ہوتی تھی جو حضرت مسیحؑ نے کہی تھی کہ تم غیر قوموں کی طرف نہ جانا
اس کی کیا توجیہ؟ اور وائی ٹیکر جو کہتا ہے کہ بعد عروج کے آسمان پر اور
نزول روح القدس کے سب کلیسا نے غلطی کی۔ نہ صرف عوام نے بلکہ خواص
نے بھی بلکہ حواریوں نے بھی جو غیر اسرائیلیوں کو ملتِ مسیحی کی طرف دعوت
دی اس کا کیا جواب"؟[1]

⑦ رائے منصفانہ

"تریاقِ مسموم" کی تالیف کے تین سال بعد ۱۸۷۰ء میں اسی پادری عماد الدین نے — آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق "تاریخ محمدی" نام کی ایک نہایت بے ہودہ کتاب شائع کی۔ جس میں رکیک اور لغو اعتراضات کی بوچھاڑ تھی۔ "تاریخ محمدی" کا کئی مسلمان اہل علم نے جواب لکھا اور پادری کی دریدہ دہنی کو واضح کیا۔ مولوی چراغ علی نے "تعلیقات" کے نام سے بہترین کتاب لکھی اور مذاہب کے تقابلی مطالعے سے اسلام کی حقانیت پر دلائل دیے۔

مولانا حالی نے جب "تاریخ محمدی" دیکھی تو انہوں نے بھی پادری کے دجل و فریب بے نقاب کرنے کے لیے "پادری عماد الدین کی تاریخ محمدی پر رائے منصفانہ" لکھی جو ۱۸۷۱ء میں شائع ہوئی۔

مآخذ

○ الخطبات الاحمدیہ	سر سید احمد خان
○ اُردوئے معلی	اسد اللہ خان غالب
○ حیاتِ جاوید	خواجہ الطاف حسین حالی
○ موجِ کوثر	شیخ اکرام۔ ایم۔ اے
○ سہ ماہی "صحیفہ" نمبر (۷)	
○ تذکرۂ اہلِ دہلی	سر سید احمد خان

---

[1] سہ ماہی "صحیفہ" نمبر ۷، ص ۶۲